تازہ تصنیف اور مصر کی موجودہ صورتِ حال اور اس کے حامیوں کے لیے دعوتِ مبارزت اور کھلا چیلنج ہے۔ کتاب اول سے آخر تک داعیانہ جوش و خروش کے ساتھ لکھی گئی ہے اور ان کے لیے جن کے ہاتھوں میں مصری سیاسیات کی باگ ہے، اور ان کے لیے جو مصر کی دولت و ثروت سے نفع اندوز ہو رہے ہیں، اور ان کے لیے جو دین کی نمائندگی کے دعویدار اور سرکاری حلقوں میں اس کے ترجمان تسلیم کیے جاتے ہیں۔ ان سب کے لیے کھلا چیلنج ہے۔ مصنف کا کہنا یہ ہے کہ "ملک کی موجودہ معاشی و معاشرتی حالت عوام کو شیوعیت (کمیونزم) کی طرف دھکیل رہی ہے۔ اگر اس کا جلد سے جلد تدارک نہ کیا گیا، تو صورتِ حال خطرناک ہو جائے گی اور اس کا وبال سیاست کاروں، سرمایہ داروں اور دین کے غلط اور خود ساختہ اجارہ داروں پر عائد ہو گا" مصنف نے "اِنّی اَتَّھِم" (میں مجرم قرار دیتا ہوں) کے زیر عنوان ملک کے ایک ایک گروہ کو للکارا ہے اور ان کی خامیاں اور کوتاہیاں ان کے سامنے کھول کر رکھ دی ہیں اور اس سلسلے میں ایسی حقیقتوں کا انکشاف کیا ہے جنہیں پڑھ کر انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔

مصری سوسائٹی میں اخلاقی انحطاط کس حد تک پہنچ گیا ہے، اس کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:۔

میں مجرم قرار دیتا ہوں! ہاں!! میں موجودہ معاشرتی صورتِ حال کو اس بات کا مجرم قرار دیتا ہوں کہ کوشش، اور بدلہ کے درمیان، توازن، و تناسب کی حیثیت افسانہ سے زیادہ نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ افراد اور جماعتوں میں روز بروز بے اطمینانی پھیل رہی ہے۔ اس میں ہر فرد کے لیے ترقی کے یکساں مواقع ملنا ناممکن ہیں۔ مصر میں یہ کہاوت ہے کہ لڑکا (طفل) بھانٹ کر اچھے والدین کے ہاں پیدا ہوتا کہ ترقی کی ہر ممکن راہ اس کے سامنے کھلی ہوئی ہو، اور وہ راہ کی دشواریں کو اچھلتا پھاندتا طے کرتا ہوا منزلِ مقصود تک پہنچ جائے۔ اور اگر وہ والدین کا معقول انتخاب نہ کر سکا ہو، تو کم سے کم ایسی بیوی تلاش کرے، جس نے والدین کا اچھا انتخاب کیا ہو اور کسی وزیر یا مالدار آدمی کے گھر پیدا ہوئی ہو، تاکہ شوہر کو اپنے بازوؤں پر لے کر اڑ جائے۔ اور اگر بیوی بھی والدین کا معقول انتخاب نہ کر سکی ہو، تو پھر اس نے اپنے چہرے کا رنگ و روغن ہی درست کر رکھا ہو (قَدْ اَحْسَنَتْ اِخْتِیَارَ تَعَاطِیْھَا وَمَلَاحِمِھَا)۔ اور یہ وہ نمونہ ہے جس سے

تمام عقدے حل ہو جاتے ہیں اور وہ شخص جس طرح چاہے اسے لے کر حکام کے پاس آ جا سکتا ہے
۔۔۔۔ (صفحہ ۲۰۔۱۹)

یہ ہے مصر کی موجودہ معاشرت اور ارباب حکومت کا اخلاق جس کے خلاف جواں سال مصنف نے علم بغاوت بلند کیا ہے ۔

مصر کے ایک روشناس شاعر محمود ابوالوفا کا ایک مزاحیہ قطعہ بھی اس سلسلے میں سن لیجیے مصنف کا کہنا ہے کہ یہ مذاق نہیں تلخ حقیقت ہے، جو ظرافت کے رنگ میں شاعر کی زبان پر آگئی ہے :۔

اَخِی! قُلْ لِی وَلَا تَخْجَلْ بِمَا ذَا قَدْ تَرَقَّیْتَا؟

میرے دوست سچ کہنا شرم کی ضرورت نہیں تم نے یہ ترقی کس طرح حاصل کی؟

وَمَا اَنْتَ بِذِی جَاہٍ وَعُمْرَکَ مَا تَزَوَّجْتَا

نہ صاحب جاہ و ثروت تھے۔ اور نہ تم نے زندگی بھر شادی ہی کی !!

اللہ اکبر! یہ حالات کہاں نہیں ہیں؟ اللہ کا قانون عدل اندھا بہرا نہیں۔ قوموں کی تباہی یوں ہی نہیں ہوا کرتی۔ خوش نصیب ہیں، جو وقت آنے سے پہلے خبردار ہو جائیں۔

مصنف نے اس سلسلے میں علمائے ازہر کو خوب خوب سنائی ہیں۔ "بداخلاقیوں اور فواحش کے سیلاب کے خلاف تو علمائے کرام گاہے گاہے بادشاہ سلامت اور وزیر اعظم کی خدمت میں عریضہ گذران دیتے ہیں، لیکن معاشی استحصال اور کسانوں پر جور و ظلم کے خلاف کبھی ان کی زبان نہیں کھلتی۔ یہ بات کیا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس سے ان کے حلوے مانڈے میں فرق آنے کا اندیشہ ہوتا" (صفحہ ۱۹)

علمائے ازہر کے تصور دین پر بھی مؤلف نے جا بجا سخت تنقید کی ہے (صفحہ ۶، ۸۰، ۱۲۹، ۱۳۳)۔ نیز علماء اور رجال دین کی طبقہ واری اجارہ داری کی سخت مخالفت کی ہے :۔

"علماء اور صوفیوں کے لباس کا بھی اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ لباس ہی اسلامی اور غیر اسلامی کی تفریق نہیں۔ اسلام نے انسانوں کے لیے کوئی لباس مقرر نہیں کیا لباس

ایک مقامی اور ملکی مسئلہ ہے۔ تاریخ و روایات سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جبہ اور قفطان[1] زیب تن نہیں فرمائے تھے ......

آخر ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے لباس میں کیوں ممتاز ہو؟ اسلام میں رجالِ دین کا کوئی منصب نہیں۔ اور نہ یہاں اہلِ کلیسا کا کوئی خاص طبقہ ہے جس کے توسط کے بغیر مذہبی شعائر ادا نہیں ہو سکتے۔" (ص ۸۹)

اسی طرح مصر کے موجودہ معاشی نظام کی خرابیوں اور سیاسی پارٹیوں کی اخلاقی کمزوریوں کی طرف بار بار توجہ دلاتی ہے۔ مصنف کی رائے میں سیاسی پارٹیوں کے باہمی اختلافات صرف وزارتوں اور پارلیمنٹ کی نشستوں کے لیے ہیں، غریبوں اور مصیبت زدہ طبقوں کے مقابلے میں سب ایک ہیں۔ (ص ۱۴۵)

سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ پرجوش مصنف کے نزدیک ان تمام خرابیوں کا حل "اسلام" ہے اور اسی لیے وہ بار بار اسلامی نظامِ حکومت کی برملا دعوت دیتا ہے اور اپنے ہم وطن غفلت کے ماروں کو متنبہ کرتا ہوا کہتا ہے: "اب بھی ہوشیار ہو جاؤ۔ اگر اسلام کو اختیار نہیں کرتے، تو پھر کمیونزم کی فتنہ سامانیاں تمہیں تباہ کر کے رہیں گی۔ یہ غیر فطری صورتِ حال دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔"

مزید اطمینان کی چیز یہ ہے کہ ابھی مصنف کا آغازِ سفر ہے۔ توقع ہے کہ مستقبل قریب میں ان کے قلم سے اور مفید کتابیں نکلیں گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اعتدال اور حسنِ عمل کی توفیق دے۔ ہماری بہترین توقعات ان سے وابستہ ہیں۔ محمد الغزالی اور ان کے رفقاء کی تالیفات نوجوان طبقوں میں اتنی مقبول اور مؤثر نہیں ہو سکتیں جتنی سید قطب جیسے جدید طرز کے روشناس ادیب کی۔

(۷) (الف) اسمعی یا مصر! (اے مصر سن!!) چھوٹی تقطیع، ۱۵ صفحے۔

(ب) الدعوة الاسلامیة وتطوراتها فی الهند (ہندوستان میں اسلامی دعوت اور اس کی جدید عہد تبدیلیاں)، متوسط تقطیع، ۳۲ صفحے۔

(ج) أرید أن أتحدث إلی الإخوان (میں اخوان سے باتیں کرنا چاہتا ہوں)، چھوٹی تقطیع۔ ۲۹ صفحے۔

[1] علمائے مصر کا لباس۔